ماخذ تحقیقی مجلہ

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5

OPEN ACCESS

غلام عباس
پی ایچ ڈی اسکالر NCBA&E، ملتان
ڈاکٹر محمد شکیل پتافی
صدر شعبہ اردو، NCBA&E ملتان

تقسیم ہند اور اردو رپورتاژ تجزیاتی مطالعہ

Ghulam Abbas*
Scholar PhD, NCBA&E, Multan.
Dr. Muhammad Shakeel Pitafi
Head of Urdu Department, NCBA&E, Multan.
***Corresponding Author:** abbasblouch997@gmail.com

Partition of India and Urdu Reportage: An Analytical Study

Urdu reportage written on the partition of India, highlighting how the political, social and cultural upheavals of the 20th century especially the 1947 riots deeply influenced Urdu writers. At discusses how the horrific violence, mass migration, collapse of communal harmony compelled sensitive literary figures to document these events, resulting in significant reportages from both Pakistan and India.Works such as "Delhi ki Bipta", "Kashmir udaas hai", Du Mulk Aik Kahani" in Pakistan. "Aur Insan Mar Gaya", "Aur Khuda dekhta Raha", "Chhatha Darya", in India portray themes of human suffering, the breakdown of civilization, ideology conflicts and the political forces behind communal violence. The article analysis these texts to explore writers prespectives, their literary tendency and their responses to the historical, social and political dimensions of partition era riots.

Key Words: *Urdu Reportage, cultural upheavals, 1947 riots, Mass Migrations, breakdown of civilization, communal Violence, Partition Era Riots.*

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5

بیسویں صدی بڑے انقلابی تغیرات کی صدی ہے۔اس صدی میں بہت سے اہم واقعات رونما ہوئے، جن میں سے اہم واقعہ تقسیمِ ہند ہے۔اس واقعے نے برصغیر کے مسلمانوں کی قسمت کے بارے فیصلہ کیا۔۱۷۰۷ء کے بعد کا دور مسلمانوں کے لیے ایک مسلسل سوال بن کر سامنے آیا۔۱۷۵۷ء اور ۱۸۵۷ء کے واقعات نے اس سوال کو مزید گہرا اور دردناک بنا کر پیش کیا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بے یقینی بڑھتی گئی اور مسلمانوں کے دلوں میں ایک مبہم خوف پیدا ہو گیا۔

۱۹۴۷ء میں برصغیر دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ تقسیمِ ہند مسلمانوں کے لیے دو قوموں کی غلامی سے آزادی اور اللہ کی نعمت عظمیٰ ثابت ہوا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی تقسیم کے دوران شدید فسادات رونما ہوئے۔

قتل و غارت، لوٹ مار، فرقہ وارانہ جھگڑے، آگ زنی اور عورتوں کی بے حرمتی جیسے دردناک واقعات رونما ہوئے، جو تاریخ کا حصہ بن گئے۔یہ تمام حالات و واقعات ادیبوں کے سامنے رونما ہو رہے تھے۔ادیب چونکہ معاشرے کے حساس ترین افراد ہوتے ہیں، اس لیے وہ ان واقعات سے الگ نہیں رہ سکے۔چنانچہ ادیبوں نے ان حالات و واقعات کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا۔ تقسیمِ ہند پر اردو ادب میں مختلف انداز سے بہت کچھ تخلیق کیا گیا۔اس دوران اردو ادب کی دنیا میں کچھ اختلافات اور تنازعات پیدا ہوئے، جن کے اردو ادب پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب ہوئے۔ بعض ادیبوں کے نزدیک قلم کی طاقت تلوار کی طاقت سے زیادہ تیز ہے، کیونکہ قلم سوچ اور شعور کو تبدیل کر سکتا ہے۔ بعض ادیبوں کا خیال تھا کہ فسادات ادب کا موضوع ہی نہیں بن سکتے، کیونکہ وہ ادب کو صرف تخیل تک محدود سمجھتے تھے۔اس کے برعکس کچھ ادیبوں نے فسادات کو صرف ایک واقعہ نہیں سمجھا بلکہ اس کے پیچھے موجود سیاسی، سماجی اور تاریخی حالات و واقعات کو بھی بیان کیا۔کچھ ادیبوں نے تقسیمِ ہند کے دوران اور فسادات کے بعد انسانوں پر پڑنے والے دکھوں، غموں اور نقصانات کو بھی اپنی تحریروں کا موضوع بنایا۔یہ فسادات اصل میں تقسیمِ ہند کے سیاسی حالات و واقعات کا نتیجہ تھے۔ جنھوں نے پورے برصغیر کو متاثر کیا۔ بیشتر ادیبوں کا خیال تھا کہ فسادات اور تقسیمِ ہند انگریزوں کی سازش کا نتیجہ ہیں، جنھوں نے مفادات کے لیے ایسے حالات پیدا کیے۔اس طرح بعض لوگوں کے نزدیک ادیبوں کا یہ نقطۂ نظر بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے اعلیٰ مقصد اور جدوجہد کے خلاف سمجھا گیا۔ہندوستان کی تقسیم محض ایک اتفاق نہیں، بلکہ اس کے پیچھے کئی اہم عوامل کارفرما تھے۔ان میں انگریزوں کی "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی پالیسی، دو قومی نظریہ اور اس سے جڑے اقتصادی اور فکری عناصر شامل تھے۔اور ان میں سب سے زیادہ تباہ کن کردار برطانوی حکومت کی پالیسیوں کا تھا۔یہ بات درست ہے کہ

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5
ماخذ تحقیقی مجلہ

انگریزوں کے آنے سے پہلے ہندوستان میں سیاسی بد انتظامی پائی جاتی تھی۔ لیکن اس دور میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اس طرح کے شدید فسادات نہیں تھے جیسے انگریزوں کے دورِ حکومت میں، خاص طور پر ان کے آخری دور میں دیکھنے کو ملے۔ مسلمان جب ہندوستان آئے تو وہ یہیں کے ہو کر رہ گئے اور حکومت کرنے لگے۔ ہندو اور مسلمان عام طور پر آپس میں مل جل کر رہتے تھے۔ مغل بادشاہوں کے دور میں باصلاحیت ہندوؤں کو اعلیٰ سرکاری عہدے دیے جاتے تھے، اور اسی طرح ہندو ریاستوں میں بھی ذہین مسلمان خدمات انجام دینے لگے۔ مختلف ریاستوں کے درمیان جنگیں رہتی تھیں، مگر ان جنگوں کی بنیاد مذہب پر نہیں تھی۔ یہ بات بھی درست ہے کہ انگریزوں سے پہلے بعض بادشاہوں نے مذہب کو سیاست میں استعمال کیا، جیسے اکبر کا دینِ الٰہی یا اورنگ زیب کی مذہبی پالیسیاں، لیکن ان کا طریقہ انگریزوں سے مختلف تھا۔ انگریزوں نے پہلی بار ہندوستان میں مذہب کی بنیاد پر سخت فرقہ واریت کو فروغ دیا اور جان بوجھ کر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت اور تعصب پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس پالیسی نے آخر کار ملک کی تقسیم کے لیے راہ ہموار کی۔ انگریز ہندوستان میں تاجر کی حیثیت سے آئے۔ لیکن بد قسمتی سے ان دنوں ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ سکھوں اور مرہٹوں نے اپنے اپنے علاقے میں اپنا نظامِ حکومت قائم کرنے کے لیے آزاد اور خود مختار حکومتیں قائم کر لی تھیں۔ انگریزوں نے ملک میں آتے ہی یہ اندازہ لگالیا کہ اس بد نظمی اور خرابی کے ماحول میں نفاق کا بیج آسانی سے بویا جا سکتا ہے چنانچہ انگریزوں نے اقتصادی، معاشی اور سیاسی طرزِ عمل میں پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کے اصول کو اپنا لیا جو ان کے لیے بہت ہی مفید ثابت ہوا۔

رجنی پام دت لکھتے ہیں:

> "ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم پوری طاقت کے ساتھ مختلف مذہبوں اور فرقوں کے بیچ موجودہ بھید بھاؤ بنا رہنے دیں۔ ہمیں یہ بھید بھاؤ ختم کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو ہی ہندوستانی سرکار کا اصول ہونا چاہیے۔"(۱)

۱۸۵۷ء کی بغاوت میں ہندو مسلمان دونوں نے اتحاد و اتفاق کر لیا جس سے غیر ملکی حکمران ذہنی اور فکری طور پر سوچنے کے لیے مجبور ہو گئے۔ انہیں پریشانی لاحق ہوئی کہ کس طرح ہندو مسلم اتحاد کو توڑا جائے۔ انہوں نے اس مقصد کے لیے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ بغاوت کے بعد مسلمانوں کو ظلم کا نشانہ بنایا گیا، اور ان کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔ مسلمان مکمل طور پر مایوس ہو کر رہ گئے۔ مسلمانوں نے جدید تعلیم کی طرف کوئی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5

ماخذ تحقیقی مجلہ

توجہ نہ دی اور مذہبی تعلیم کو جاری رکھا۔ جدید تعلیم کی بنیاد پر ہندوؤں نے مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ ترقی کی۔ کلکتہ، بمبئی اور مدراس جہاں ہندوؤں کی آبادی مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ تھی وہاں تجارت اور تعلیم کی ترقی پہلے ہی سے شروع ہو چکی تھی۔ اس طرح ہندوؤں نے ترقی کے زیادہ مواقع حاصل کر لیے۔ متوسط طبقے کے ہندوؤں نے ملازمتیں حاصل کر لیں اور مسلمان جدید تعلیم حاصل نہ کرنے کی وجہ سے ان سے بہت پیچھے رہ گئے۔ اس طرح مسلمان ہندوؤں کے مخالف ہو گئے۔ انگریزوں کو اپنے مفادات عزیز تھے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں نے کچھ ایسے کام کیے، جس سے ہندوستان میں قومی تحریک کو فروغ ملا۔ انگریزوں نے اس وجہ سے ہندوستان کو فتح کیا کہ وہ طویل عرصے تک یہاں حکومت کر سکیں۔ جدید تعلیم یافتہ ہندوستانی بھی ہندوستان کی بد حالی کو بھانپ چکے تھے۔ ہندوستانی دانشوروں کو یہ امیدیں وابستہ تھیں کہ یہاں انگریزی حکومت کے قیام سے صنعتوں کا جال بچھے گا اور ہندوستان کے باشندے ترقی کر سکیں گے۔ لیکن اس کے برعکس انگریزوں نے برطانوی سرمایہ داروں کے لیے کام کیا اور اس طرح ہندوستان میں صنعتوں کو فروغ نہ مل سکا۔ لارڈ کرزن اعلیٰ تعلیم پر حکومتی تسلط قائم کرنے کے خواہاں تھے۔

نین تارا سہگل لکھتے ہیں:

> "ہندوستان میں سرکاری ملازمت کا سب سے بڑا عہدہ قاعدہ کے طور پر کسی انگریز ہی کے پاس ہونا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے خاندانوں کی وجہ سے، اپنی پرورش کی وجہ سے تعلیم کے نقطہء نظر ان کو سرکاری نظام کے اصولوں کا علم ہوتا ہے۔ ذہنی تربیت ہوتی ہے، کردار کی طاقت ہوتی ہے جو کہ اس کام کے لیے لازمی اجزاء ہیں۔"(۲)

اس سے ہندوستانی اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کے جذبات کو ٹھیس پہنچی اور اس نے طبقے کی مراعات اور ملازمتوں کے حصول کے لیے جدوجہد آزادی کی تحریک میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا۔ انگریزوں نے آہستہ آہستہ پورے ہندوستان کے لیے یکساں انتظام و انصرام کے تحت ایک متحدہ انتظامیہ قائم کر دی۔ اس طرح ملکی سطح پر جدید تجارت و صنعت کے قیام میں ہندوستانی باشندوں کو معاشی زندگی کے یکساں مواقع دے دیے گئے۔ اور ہندوستان میں قومی تحریک بآسانی قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

ہندوستان میں قومی تحریک کے فروغ کے لیے بین الاقوامی اثرات نمایاں اہمیت رکھتے ہیں۔ ۱۹۰۴ء میں روس کو جاپان سے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ۱۸۹۶ء میں حبشہ نے اٹلی کو شکست سے دوچار کیا۔ اس سے تاثر لیتے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5

ہوئے کراچی کے ایک اخبار "کرانیکل" کی اشاعت ۱۸ جون ۱۹۰۵ء سے بپن چندرا نے اپنی کتاب "جدید ہندوستان" میں عوامی جذبات کی نمائندگی یوں بیان کی ہے:

"ایک ایشیائی ملک نے جو کچھ کیا ہے، وہی ایشیا کی دوسری قومیں بھی کر سکتی ہیں۔۔۔۔۔اگر جاپان روس کو شکست دے سکتا ہے، تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہندوستان انگلستان کو شکست نہ دے سکے۔۔۔۔۔۔ آؤ ہم سب مل کر انگریزوں کو سمندر میں دھکیل دیں اور جاپان کے ساتھ ہم بھی دنیا کی عظیم طاقتوں کی محفل میں اپنی جگہ لیں۔"[۳]

۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگرس کا قیام کل ہند سطح پر قومی تحریک کے آغاز کی پہلی سوچی سمجھی کوشش تھی۔ بیسویں صدی کی ابتداء میں ہندوستان میں قومی تحریک زوروں پر تھی۔لارڈ کرزن نے بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی تجویز دی۔ ان کا خیال تھا کہ جب بنگال دو حصوں میں تقسیم ہو گا تو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان سیاسی کشمکش شروع ہو جائے گی۔اور اس طرح بنگال میں حکومت کے خلاف شروع ہونے والی تحریک کمزور پڑ جائے گی۔ہندو، مسلم اور بنگالیوں نے اس تجویز سے اختلاف کیا۔ لیکن لارڈ کرزن مسلمانوں کو اس کی حمایت پر تیار کرنے کے لیے مشرقی بنگال آئے اور مسلم عوام کے پبلک جلسے کیے۔

سید عابد حسین لکھتے ہیں:

"مشرقی بنگال کو الگ صوبہ بنانے کا ایک خاص مقصد یہ ہے کہ وہ ایک مسلم صوبہ ہو جس میں اسلام اور اس کے پیروؤں کو غلبہ حاصل ہو۔۔۔۔۔ تقسیم بنگال کی بدولت مشرقی بنگال کے مسلمانوں میں وہ اتحاد پیدا ہو جائے گا جو انہیں پرانے زمانے کے مسلمان صوبہ داروں اور بادشاہوں کے بعد آج تک نصیب نہیں ہوا۔"[۴]

لارڈ کرزن نے ۱۹۰۵ء میں قانون ساز کونسل کو قائل کر کے بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی تجویز منظور کروالی، پھر بھی صاحبِ بصیرت ہندو مسلم کا تقسیمِ ہند کے لیے روّیہ مخالفانہ تھا۔ لیکن بعض مسلمانوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ اب حکومت ان کے قبضے میں آچکی ہے۔اس وجہ سے زمینداروں اور سرمایہ داروں کے خلاف نفرت بڑھنے لگی۔یہ نفرت آہستہ آہستہ سازش اور دشمنی میں تبدیل ہوگئی، جس سے پورے صوبے میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے اور یوں لارڈ کرزن کا مقصد پورا ہوا۔ انگریزوں نے بنگال کی تقسیم کے ذریعے ہندوستان کے لوگوں میں فرقہ وارانہ اختلافات پیدا کرنے کی کوشش کی۔اس زمانے میں مسلمانوں کو یہ احساس ہوا کہ اگر وہ اپنے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5
ماخذ تحقیقی مجلہ

حقوق کی حفاظت کے خواہاں ہیں تو انہیں منظم ہونا ہوگا۔۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔اس جماعت کا مقصد مسلمانوں کے سیاسی، سماجی اور معاشی حقوق کا تحفظ تھا۔مسلم لیگ نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم مہیا کیااور انہیں سیاسی شعور فراہم کیا، جس سے آگے چل کر برصغیر کی سیاست میں بڑی تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔

مسٹر بیک کے مطابق ہندوستان میں سیاسی مظاہروں کو روکنے کے لیے انگریزوں کو مسلمانوں کی مدد حاصل کرنا ضروری تھا۔ایم اے او کالج کے پرنسپل نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ وائسرائے لارڈ منٹو سے وفد کی صورت میں ملیں اور ان کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کریں۔اس عرضداشت میں پہلے حکومت سے وفاداری کا اظہار اور اصلاحات پر شکریہ ضرور ادا کیا جائے، لیکن ساتھ ہی یہ درخواست کی جائے کہ اگر عام انتخاب کا طریقہ لاگو کیا گیا تو مسلمانوں کو نقصان ہوگا،اس لیے مذہب کی بنیاد پر جداگانہ انتخاب کا طریقہ اپنایا جائے۔چنانچہ یکم اکتوبر۱۹۰۶ء کو نواب محسن الملک نے مسلمانوں کے ایک وفد کے ساتھ وائسرائے سے ملاقات کی اور ان کی خدمت میں عرضداشت پیش کی۔وائسرائے نے عرضداشت قبول کرلی،اس عرضداشت کے بارے رجنی پام دت رقم طراز ہیں:

"آپ کا یہ دعویٰ بہت صحیح ہے کہ آپ لوگوں کی اہمیت آپ لوگوں کی تعداد سے نہ لگائی جائے بلکہ آپ کے فرقے کی سیاسی اہمیت دیکھی جائے اور اسے دھیان میں رکھا جائے کہ آپ لوگوں نے برطانوی حکومت کی کتنی خدمت کی ہے۔"(۵)

۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو وائسرائے کی سرپرستی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ ابتداء میں برطانوی حکومت مسلمانوں کو سیاست سے دور رکھنا چاہتی تھی، مگر بعد میں اس نے کانگریس کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمانوں کی طرفداری شروع کر دی۔انگریزوں کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی جماعت ہو اور اس طرح فرقہ وارانہ بنیادوں پر ووٹ تقسیم کر کے قومی تحریک اور کانگریس کی بڑھتی ہوئی طاقت کو کمزور کیا جائے۔وائسرائے لارڈ منٹو کی بیوی کو ایک انگریز افسر نے یوں لکھا۔

سید عابد حسین رقم طراز ہیں:

"اس مختصر عریضے میں یہ اطلاع دینی ضروری ہے کہ آج ایک بہت بڑی بات ہوئی۔ایک مدبّرانہ کارنامہ جس کا اثر ہندوستان پر اور تاریخ ہندوستان پر مدتوں تک رہے گا۔یہ کہا جائے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5

تو مبالغہ نہ ہوگا کہ چھ کروڑ تیس لاکھ آدمیوں کو بغاوت کش مخالفوں کی صف میں شامل ہونے سے روک لیا گیا۔"(٦)

ابتداء میں مسلم لیگ میں زیادہ تر امیر اور باثر مسلمان شامل تھے، لیکن جلد ہی مسلم لیگ نے انگریزوں کی مخالفت شروع کر دی اور قومی تحریک میں حصہ لینا شروع کیا۔ کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان تعاون کے لیے بات چیت شروع ہوئی اور ١٩١٦ء میں میثاق لکھنؤ طے پا گیا، جس میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کو تسلیم کر لیا گیا۔ ١٩١٦ء سے ١٩٢٤ء تک دونوں جماعتوں کے تعلقات کی نوعیت خوشگوار رہی۔ ١٩٢٧ء میں کانگرس نے نہرو رپورٹ پیش کی، جس میں جداگانہ انتخاب اور مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے کم از کم ایک تہائی نشستیں ختم کر دی گئیں۔ اس سے مسلم لیگ کا ہندو اکثریت پر اعتماد ختم ہو گیا اور اس نے نہرو رپورٹ کی مخالفت شروع کر دی۔ کانگرس کی سخت پالیسیوں نے پاکستان کے مطالبے کو مضبوط کیا اور دونوں جماعتوں میں دوریاں بڑھ گئیں۔

١٩٣٥ء کے آئین کے بعد کانگرس نے مسلم لیگ کے ساتھ مل کر حکومت بنانے سے انکار کر دیا، جسے مسلم لیگ نے اپنی ذلت سمجھا۔ اس کے بعد مسلم لیگ نے مختلف جماعتوں کو اپنے ساتھ شامل کر لیا اور ١٩٤٦ء کے انتخابات میں مسلمانوں کی اکثریتی نشستیں جیت لیں۔ کانگرس کی حکومت نے زمینداری نظام ختم کیا جس سے ہندو اور مسلمان زمیندار کانگرس کے مخالف ہو گئے۔ ہندو زمینداروں نے اپنے تحفظ کے لیے ہندو مہاسبھا اور آریہ کمار سبھا جماعتیں منظم کیں۔

جواہر لال نہرو ہندو مہاسبھا کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"ہندو مہاسبھا معمولی قسم کے رجعت پسندوں کا ایک ٹولہ ہے۔ جو ہندوستان کے ہندوؤں کی نمائندگی کا دعویٰ کرتا ہے۔ لیکن حقیقت میں اس جماعت کا ہندوؤں کی نمائندگی سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ آریہ کمار سبھا نے جو غالباً ہندو سبھا کی ایک شاخ ہے، اپنی پالیسی میں مسلمانوں اور عیسائیوں کو ہندوستان سے نکالنے اور ہندو راج کے قیام کا اعلان کر کے ہندو مہاسبھا سے بھی سبقت لے لی ہے۔ یہ پالیسی ہندوستانی جذبہء قومیت سے متعلق ہندو مہاسبھا کے دعوؤں کو بے نقاب کرتی ہے۔ نمائشی قومیت کے پردے میں ہندو مہاسبھا نہ صرف اپنی جدید ترین قسم کی فرقہ پرستی کی پردہ پوشی چاہتی ہے بلکہ اس کی آڑ میں بڑے بڑے ہندو

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5

ماخذ تحقیقی مجلہ

جاگیرداروں اور ریاستی حکمرانوں کے ٹولے کے مفادات کی نگہداشت بھی مقصود ہے۔"(۷)

۱۹۴۶ء میں کیبنٹ مشن نے دفاع تعلقات، خارجہ اور مواصلات کو مرکز کی نگرانی میں رکھنے کا فیصلہ کیا۔ باقی معاملات میں صوبائی حکومتیں خود مختار تھیں۔ اس مشن نے ملک کو تقسیم کرنے کا فیصلہ بھی کر لیا۔ جواہر لال نہرو نے کیبنٹ مشن کی تجاویز کو تبدیل کرنے کے لیے کانگریس کے دائرہ اختیار کو وسعت دے دی۔ محمد علی جناح نہرو کی اس کارروائی پر متعجب ہر کر رہ گئے۔

ایچ ایم سیر وائی لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کو وہ سب کچھ مل جاتا جو انہیں پاکستان سے حاصل ہونا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں ان مصائب، دکھوں اور ہجرت کے مسائل سے بھی چھٹکارا مل جاتا جو تقسیم کے نتیجے کے طور پر ظہور پذیر ہوئے۔۔۔اس طرح ہندوستان کو متحد رکھنے کا موقع ضائع کر دیا گیا۔"(۸)

تقسیم ہند کے فسادات میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں صدیوں سے قائم ربط ضبط ختم ہو کر رہ گیا۔ اور صرف فرقہ وارانہ کشیدگی باقی رہ گئی۔ ان حالات میں پورا معاشرہ تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا تھا۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں زندہ رہنے کا اعتبار بھی ختم ہو کر رہ گیا۔ فسادات اس قدر شدت اور تیزی سے پھیل گئے کہ ہر سمت مایوسی اور ویرانی کی فضا پیدا ہو گئی۔ لوگ معاشی اعتبار سے شدید بدحالی کا شکار ہو گئے۔ تقسیم ہند کے باعث ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا۔ مسلمانوں کی جانیں محفوظ نہیں تھیں، اس لیے وہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ تقسیم ہند کے دوران پیدا ہونے والے فسادات کی وجہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں منافرت بڑھنے لگی۔

قتل و غارت، عصمت دری اور اغواء برائے تاوان کی وارداتیں عام ہو گئیں۔ ان فسادات نے لوگوں کی زندگیوں پر گہرے اثرات چھوڑے۔

سری پرکاش رقم طراز ہیں:

"تاریخ میں ہجرت کے بعد بہت سے واقعات ملیں گے لیکن ہمارے ملک کے اس بدقسمت بٹوارہ کے نتیجے میں جتنے بڑے پیمانے پر ترکِ وطن ہوا ہے شاید اس کی نظیر کہیں نہ مل سکے۔ بیرونی ممالک سے جو لوگ ان المناک حالات کو دیکھنے آئے تھے ان کو تعجب ہوا تھا کہ

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5
ماخذ تحقیقی مجلہ

لاتعداد انسان بغیر کسی تنظیم کے ایک ملک سے دوسرے ملک چلے گئے۔ وہ اس مہاجرت کا موازنہ مشرقی یورپ کی چند مہاجرتوں سے کرتے تھے مگر وہاں صرف ایک لاکھ افراد نے وطن چھوڑا تھا اور اس پر تنظیم اور سفر کے بندوبست میں بڑی دقتیں پیش آئی تھیں اور وقت بھی کافی صرف ہوا تھا۔ اس کے برعکس یہاں کوچ کرنے والوں کی تعداد بیس پچیس لاکھ سے بھی زیادہ تھی اور بلا کسی منظم امداد کے صرف دو مہینے اگست اور ستمبر ۱۹۴۷ء میں مشرقی پنجاب اور اس کے برعکس کام پورا ہو گیا۔"(۹)

تقسیم ہند کے دوران ہونے والی ہجرت تاریخ کی عظیم ترین ہجرت تھی۔
ایچ ایم سیروائی رقم طراز ہیں:

"انسانی تاریخ کی اس عظیم ہجرت میں چھ لاکھ انسانی جانیں ضائع ہوئیں (شہید ہوئیں) اور تقریباً ایک کروڑ چالیس لاکھ انسان اس دردناک اور قابلِ رحم ہجرت کا نشانہ بنے۔"(۱۰)

تقسیم ہند اور اس کے نتیجے میں ہونے والے فسادات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہی وہ دور ہے جس میں مسلمان عوام اپنی بقا کے لیے جدوجہد کر رہی تھی۔ ایسے میں یہ سوال بہت زیادہ اہم ہے کہ ادیب اور قلم کار اس مشکل وقت میں کیا کردار ادا کر رہے تھے اور وہ کس موقف پر کھڑے تھے۔ ۱۹۴۷ء کے حالات پر جن رپور تاژ نگاروں نے لکھا، ان کے خیالات، رجحانات اور روّیے نمایاں اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر تقسیم ہند اور فسادات کو انگریزوں کی ایک بڑی سازش تسلیم کیا جائے، تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے مقاصد کی کیا حیثیت تھی، جنہیں انہوں نے طویل جدوجہد اور شبانہ روز محنت کے بعد حاصل کیا۔

اردو میں رپور تاژ کی باقاعدہ روایت بیسویں صدی سے شروع ہوتی ہے۔ اس صنف کے فروغ میں ہندوستان کے سماجی سیاسی اور تہذیبی حالات نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی کوششوں نے عوام اور ادیبوں کے حوصلے بلند کیے اور انہیں ایک نئی فکری تحریک کی طرف راغب کیا۔ اسی دور سے رپور تاژ کے ابتدائی آثار نمایاں ہونے لگے۔

اردو ادب میں رپور تاژ انگریزی ادب کے توسط سے متعارف ہوا۔ رپور تاژ کی ابتداء فرانس سے ہوئی۔
شمیم احمد لکھتے ہیں:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5
ماخذ تحقیقی مجلہ

"رپورتاژ فرانسیسی زبان کا لفظ ہے جس کا براہِ راست انگریزی لفظ رپورٹ سے تعلق ہے۔فرانسیسی میں اس کا تعلق "رپورتاژ"اور رومن رسم الخط میں املا Reportage ہے۔یہ لفظ بڑی حد تک رپورٹ کے معنوں میں ہی مستعمل ہوتا ہے۔"(۱۱)

دوسری جنگ عظیم کے بعد کثرت سے رپورتاژ لکھے گئے۔تقسیمِ ہند کے بعد کرشن چندر کی تحریر "پودے" کے لیے رپورتاژ کا لفظ استعمال ہوا۔

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان لکھتے ہیں:

"رپورتاژ کا لفظ پہلی مرتبہ سال نامہ ادب لطیف ۱۹۴۷ء میں کرشن چندر نے اپنی تخلیق "پودے" کے لیے استعمال کیا۔"(۱۲)

تقسیم ہند کے موضوع پر لکھے گئے پاکستانی اردو رپورتاژ میں "دلی کی بپتا"،"کشمیر اداس ہے"،اور "دو ملک ایک کہانی" خاص اہمیت کے حامل ہیں۔کیونکہ یہ تحریریں اس دور کے حالات،المیوں اور تجربات کی حقیقی تصویر پیش کرتی ہیں۔

شاہد احمد دہلوی کا رپورتاژ "دلی کی بپتا" اردو ادب میں ایک اہم اور یادگار تخلیق ہے۔اس میں مصنف نے دہلی کی تہذیب،معاشرت اور تقسیمِ ہند کے حالات کو اپنی تحریر کا موضوع بنایا ہے۔یہ رپورتاژ دلی کے مسلمانوں کے تہذیبی زوال اور ان کی بربادی کا دردناک نوحہ ہے۔کتاب کی تاریخی اور تہذیبی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے آصف برخی لکھتے ہیں:

"دل کو موہ لینے والا اندازِ بیان،عام بول چال کا بے تکلف قرینہ اور روز مرہ کا برجستہ استعمال،شوخی اور متانت کا حسبِ موقع امتزاج اور اپنے تہذیبی مزاج کی آئینہ داری ان کی نثر کی وہ خصوصیات ہیں جو "دلی کی بپتا" میں پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔"(۱۳)

شاہد احمد دہلوی نے "دلی کی بپتا" میں دلی کی گرتی ہوئی تہذیب اور بکھرتی ہوئی سماجی زندگی کو بہت درد کے ساتھ بیان کیا ہے۔مصنف بتاتے ہیں کہ فسادات اور سیاسی حالات نے عام لوگوں کی زندگی اجیرن بنادی۔خوف،بے یقینی اور محرومی ہر طرف پھیل گئی۔لوگ اپنے گھروں،روزگار اور امن سے محروم ہوگئے۔اس دور میں انسانی رشتے کمزور پڑ گئے اور اخلاقی اقدار کو شدید نقصان پہنچا۔اس تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دہلی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5
ماخذ تحقیقی مجلہ

صرف ایک شہر نہیں بلکہ ایک پوری تہذیب تھی جو آہستہ آہستہ تباہی کی طرف چلی گئی۔ یہ رپورتاژ تقسیمِ ہند کے بعد مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا موثر بیان ہے۔

ممتاز شیریں لکھتی ہیں:

> "دلی کا المیہ صرف ہزاروں انسانوں کی موت اور ہزاروں گھروں کی بربادی تک محدود نہیں تھا۔ یہ دلی کی آٹھ سو سالہ تہذیب و تمدن کی موت تھی۔"[۱۴]

"کشمیر اداس ہے" محمود ہاشمی کا ایک اہم رپورتاژ ہے۔ یہ رپورتاژ کشمیر کی حالتِ زار اور وہاں کے عوام کے مسائل کو بیان کرتا ہے۔ اس میں انسانی حقوق کی پامالی، داخلی بحران، اور کشمیری عوام کے جذبات کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس رپورتاژ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے کشمیری عوام کی بے بسی، غم اور آزادی کی جدوجہد کو موثر انداز میں پیش کیا ہے۔ ہاشمی صاحب نے یہ دردانگیز مناظر دشمن کے چنگل میں دھر کر دکھائے ہیں۔

ممتاز شیریں رقم طراز ہیں:

> "جس ماحول اور جن حالات کے تحت یہ نوٹ لکھے گئے، ظاہر ہے ان کا شائع ہونا ایک ناممکن امر تھا چنانچہ اب بچ کر آزاد کشمیر میں پہنچنے کے بعد ہی ان کے لیے یہ ممکن ہوا۔ کہ ایک خاص ترتیب اور تسلسل سے یہ ڈائری نوٹس "کشمیر اداس ہے" کی صورت اختیار کر سکے۔ یہ ڈائری اسی وقت لکھی گئی جب کشمیر میں آگ لگ چکی تھی۔[۱۵]

"کشمیر اداس ہے" محض ایک ادبی مرثیہ نہیں بلکہ آزادی کی اس جدوجہد کا نام ہے جو آج بھی جاری ہے۔ یہ رپورتاژ قاری کو صرف رلانے کے لیے نہیں بلکہ اسے سوچنے اور حالات کو سمجھنے پر مجبور کرتی ہے۔ محمود ہاشمی رقم طراز ہیں:

> "جب ہم پر گولیاں چلائی جا رہی تھیں۔ میں اپنی لاری سے نکل کر قریب ہی سرکنڈوں میں جا چھپا۔ میرے ہاتھوں میں میری تین سال کی بچی بھی تھی دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے بائیں ہاتھ پر جس سے میں نے بچی کو تھام رکھا تھا بجلی گری ہے۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد ان سرکنڈوں میں ہی کھسکتے کھسکتے کہیں سے میری بیوی بھی میرے پاس آ گئی اور اس نے مجھے بتایا کہ میرے ہاتھ میں گولی لگ چکی ہے۔ اور میں بچی کی بجائے بچی کی لاش تھامے ہوئے ہوں۔"[۱۶]

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5

ماخذ تحقیقی مجلہ

آزادی کے لیے جدوجہد صرف ہتھیاروں سے ممکن نہیں بلکہ اخلاقی شعور اور اجتماعی ذمہ داری ضروری ہے۔اس رپورتاژ میں ظلم، جبر اور انسانی قدروں کی بے حرمتی کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

محمود ہاشمی لکھتے ہیں:

"وہ لوگ جنھوں نے پھول سے خوبصورت بچوں اور پھول ہی سی نازک عورتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور ان کے دل نہ لرزے۔ان کے نزدیک ان پلنگوں کی حیثیت ہی کیا تھی۔"(۱۷)

ابراہیم جلیس کا مشہور رپورتاژ "دو ملک ایک کہانی" تقسیم ہند کے موضوع پر لکھا گیا ایک اہم رپورتاژ ہے۔یہ رپورتاژ قیامِ پاکستان کے بعد کی صورتحال، خاص طور پر سقوطِ حیدرآباد کے پس منظر میں تحریر کیا گیا۔۱۴ اگست ۱۹۴۷ء برصغیر کے مسلمانوں کے لیے آزادی اور خود مختاری کا یادگار دن تھا، مگر آزادی کے فوراً بعد کئی بڑے مسائل سامنے آئے۔تقسیم ہند کے بعد سب سے اہم مسئلہ ریاستوں کی حیثیت اور ان کا مستقبل تھا۔انڈیا یونین مختلف ریاستوں پر دباؤ ڈال رہی تھی کہ وہ ہندوستان کے ساتھ الحاق کریں۔اس وقت کچھ ریاستوں کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ وہ ہندوستان یا پاکستان میں شامل ہوں۔ان ریاستوں میں حیدرآباد دکن بھی شامل تھا، جہاں کے مسلم حکمران نظام نے کسی بھی ملک کے ساتھ شامل ہونے کی بجائے آزاد رہنے کا اعلان کیا۔نظام حیدرآباد ہندوستان اور پاکستان دونوں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھنا چاہتا تھا۔ابراہیم جلیس کی یہ تحریر دراصل حیدرآباد پر ہونے والی فوجی کارروائی کے خلاف ان کے دکھی اور دردمند دل کی آواز ہے۔اس رپورتاژ میں انسان کے ہاتھوں انسان کی بربادی کی ایک دردناک داستان بیان کی گئی ہے۔

اے حمید اس رپورتاژ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس رپورتاژ میں ہندوستان کی سب سے بڑی مسلم ریاست کے ڈوبتے دل کی آخری دھڑکنیں تھیں۔"(۱۸)

ابراہیم جلیس کے فن میں انسانوں کے دکھ اور غم نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔اس رپورتاژ کا انداز جذبات سے بھرپور ہے۔جلیس انسانی جذبات اور کیفیتوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔اور اپنے دل کے آنسوؤں کو لفظوں میں ڈال دیتے ہیں۔

ابراہیم جلیس رقم طراز ہیں:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5

ماخذ تحقیقی مجلہ

"ہندوستان اور پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات نے اتنی شدت اختیار کر لی تھی کہ ایسا معلوم ہو تا تھا جیسے ہندوستان اور پاکستان سے انسانیت کا جنازہ اٹھ چکا ہے اور تاریخ کے اندھیرے ادوار کے آدم خور حیوان جو انسان کی پیدائش سے ڈر کر پہاڑوں اور جنگلوں میں چھپ گئے تھے۔اب پھر برسوں کے بعد باہر نکل آئے ہیں اور انسانی لاشوں کی دعوت اڑا رہے ہیں۔"(۱۹)

تقسیمِ ہند کے تناظر میں لکھے جانے والے رپور تاژوں میں "اورانسان مر گیا"، "اور خدا دیکھتا رہا"، "چھٹا دریا" خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ "اور انسان مر گیا" میں رامانند ساگر نے مسلمانوں کی مشترکہ تہذیب، محبت، بھائی چارہ اورانسانیت پر قائم تمام رشتے فسادات کی نذر ہوتے دکھائے ہیں۔اس رپور تاژ میں تقسیمِ ہند کی وجہ سے پیدا ہونے والی معاشرتی تبدیلیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ تقسیم ہند میں خونی واقعات سے انسان اور انسانیت کو مرتے دکھایا گیا ہے۔ اس رپور تاژ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ جہاں پورا معاشرہ ظلم، نفرت، تعصب اور فرقہ وارانہ فسادات کا شکار تھا وہاں مصنف انسانی رشتوں، انسانی ہمدردی اور محبت کے جذبات کا پاسدار ہے۔ایٹم بم سے لاکھوں لوگوں کو مار دینا یقیناً بہت بڑا ظلم ہے، لیکن بازاروں میں عورتوں کی تذلیل اور ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک بھی اتنا ہی سنگین ظلم ہے۔اس سے صاف ظاہر ہو تا ہے کہ انسان تہذیب کا دعویٰ تو کرتا ہے، مگر حقیقت میں وہ اندر سے کتنا غیر مہذب ہو چکا ہے۔

خواجہ احمد عباس رقم طراز ہیں:

"میں ان لوگوں کو مقابلتاً زیادہ مہذب سمجھتا ہوں جو ایک ایٹم بم کو گرا کر لاکھوں کو صفحہء ہستی سے مٹا دیتے ہیں۔بہ نسبت ان کے جو سرِ بازار اور دوسرے فرقے کی عورتوں کی شرمگاہوں میں تلواریں ٹھونستے ہیں اور پھر اس شیطانی مذاق پر ہنستے ہیں۔ آپ اور میں ہم سب تہذیب اور انسانیت کے راستے سے کتنی دور ہٹ گئے ہیں۔شاید انسان کی موت کے بعد ہی انسان۔۔۔۔۔اصل انسان پیدا ہو گا۔"(۲۰)

ہندو اور مسلمان پہلے امن کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے لیکن جیسے تقسیمِ ہند کا اعلان ہوا تو ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ بازاروں میں عورتوں کی عزت پامال ہوئی، بے گناہ اور معصوم لوگ مارے گئے اور گھر جلا دیے گئے۔جب انسان اپنی انسانیت بھول جاتا ہے تو جسم تو زندہ رہتا ہے لیکن انسان مر جاتا ہے۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5

مصنف ہجرت کے دوران لوگوں کی مشکلات کا ذکر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> "قافلے کا سارا شور ہی ایک مسلسل چیخ معلوم ہوتا تھا۔ لیکن پھر بھی بیچ بیچ میں کبھی کبھی کوئی انفرادی چیخ سنائی دیتی ___ کسی کا خاوند مر گیا تھا۔ کسی کا بچہ تڑپ کر رہ گیا تھا ___ لیکن ایسے موقعوں پر یہ یقین نہ آتا تھا۔ کہ کوئی کسی اپنے کے لیے رو رہا ہے۔ بلکہ یوں معلوم ہوتا۔ جیسے کسی کو مرتے دیکھ کر انسان اپنی موت کے تصور سے تڑپ کر چیخ اٹھتا ہے۔"(۲۱)

جمنا داس اختر کے رپورتاژ "اور خدا دیکھتا رہا" میں تقسیمِ ہند کے بعد ہونے والے فسادات کی تلخ مگر سچی تصویر پیش کی گئی ہے۔ مصنف کے نزدیک فسادات کی اصل وجہ مذہب نہیں، بلکہ وہ لوگ ہیں جو مذہب کے نام پر دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں اور انسانوں میں نفرت پھیلاتے ہیں۔ یہی لوگ خود کو خدا کا نمائندہ سمجھتے ہیں، جب کہ انسانیت سے محبت کرنے والے افراد کو کفر کے فتوؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ موجودہ دور میں بھی مذہب کو ایک ہتھیار بنا کر لوگوں کے دلوں میں نفرت اور دشمنی پیدا کی جا رہی ہے۔

جمنا داس اختر لکھتے ہیں:

> "اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تقسیم وطن کے بعد فسادات کے محرک یا تو وہ لوگ تھے جو مذہب اور خدا کے نعرے بلند کرتے تھے۔ یا وہ لوگ تھے جنہیں مذہب اور خدا کے نام پر گمراہ کیا گیا آج بھی یہی حالت ہے کہ دونوں طرف وہی لوگ جنگ اور جہاد کی دھمکیاں دیتے ہیں جو اپنے آپ کو خدا یا پرماتما کے پرستار کہتے نہیں تھکتے اور جو لوگ بنی نوع انسان کی خدمت کے لیے جدوجہد کرتے ہیں ان کے خلاف یہی لوگ کفر کے فتوے صادر کرتے ہیں۔"(۲۲)

جمنا داس اختر کے اس رپورتاژ میں سماجی اور اخلاقی تباہی کا ذکر ہے۔ فسادات اتنے عام ہو گئے تھے کہ بے گناہ لوگ جان سے ہاتھ دھو رہے تھے۔ چھرے بازی اور دکانوں کی لوٹ مار سے ظاہر ہوتا تھا کہ معاشرہ اخلاقی زوال کا شکار ہو چکا ہے۔ سماج اس بربادی کو روکنے میں ناکام ہو چکا تھا۔ لوگوں میں بے حسی اور فرقہ وارانہ سوچ پھیل چکی تھی، اور زیادہ تر افراد خاموش تماشائی بن کر ذہنی الجھن اور پریشانی میں مبتلا تھے۔

جمنا داس اختر لکھتے ہیں:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5

ماخذ تحقیقی مجلہ

"فساد ایک نہیں کئی جگہ ہو رہا ہے۔ چھرے چل رہے ہیں مکان اور دکانیں لوٹی جا رہی ہیں اور رات کی تاریکی میں نعرے اور جوابی نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ کیوں انسانی جانوں کا خاتمہ کیا جا رہا ہے۔"(۲۳)

اس علامتی رپورتاژ میں انسانی بے حسی ظلم اور خدا کی خاموشی کو گہرے استعاروں میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میں طنزیہ اور المیہ پہلو ایک ساتھ چلتے ہیں اور قاری کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ تقسیمِ ہند کے دوران معاشرے پر ٹوٹنے والے ظلم و جبر اور ناانصافی کو بھرپور انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

جمناداس اختر رقم طراز ہیں:

"جب ٹرین گجرات سے روانہ ہوئی تو کلہاڑیوں اور چاقوؤں سے مسلح چند مسافروں نے زنجیر کھینچ کھینچ کر بار بار گاڑی روکی اور ایک ایک کمرے میں جا کر دوسرے فرقہ کے لوگوں کو ہلاک کرنا شروع کر دیا۔ بعض اوقات چلتی ٹرین میں حملے کیے گئے اور بعض اوقات گروہوں کی موجودگی میں جو ٹرین کے رکتے ہی دیہات سے لائن کی طرف دوڑتے آتے اور حملہ کر دیتے۔ کچھ مسافروں نے گاڑیوں کے نیچے رینگ کر اپنی جان بچانے کی کوشش کی مگر انہیں گھسیٹ کر باہر نکال لیا گیا اور موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔"(۲۴)

مصنف نے اس رپورتاژ میں یہ تاثر دیا ہے کہ اس ہنگامہ خون و آتش میں مالک ارض و سما خاموش تماشائی بنا رہا۔ درحقیقت یہ رپورتاژ انسان کی بے حسی، اخلاقی زوال اور مذہبی و سماجی تضادات کو بے نقاب کرتا ہے۔ تقسیمِ ہند کے موضوع پر لکھی گئی تحریروں میں یہ رپورتاژ ایک نمایاں اور اثر انگیز مقام رکھتا ہے۔

فکر تونسوی کا "چھٹا دریا" ایک علامتی رپورتاژ ہے۔ اس میں ۱۹۴۷ء کے فسادات کے دوران ہندومت اور اسلام کی مذہبی روایات کے تصادم نے انسانی جانوں کو کس طرح بے دردی سے نگل لیا۔ پنجاب کی سرزمین پر پانچ دریا بہتے ہیں، مگر تقسیمِ ہند کے دنوں میں بہنے والا خون ایک نئے دریا کی صورت اختیار کر گیا، جسے مصنف نے "چھٹا دریا" کا نام دیا۔ یہ رپورتاژ ان دنوں کے خون آشام حقیقتوں کا دردناک مرقع ہے۔

فکر تونسوی رقم طراز ہیں:

"چھٹا دریا___ حیوانیت کے اس زمانے کی داستان ہے جب سائنس، فلسفہ اور علم و ادب کی مدد سے انسانی تہذیب عروج کی طرف جا رہی تھی، جب ایٹم انرجی کی دریافت کے بعد

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5

انسان لاتعداد اور فرسودہ روائتی قدروں کو توڑ رہا تھا۔ لیکن ہندوستان میں دو متضاد مذہبی روایات ٹکرا کر لاکھوں انسانوں کا خون بہا رہی تھیں۔ جب فرنگی سامراج نے جیتے جاگتے اور لہلہاتے ہوئے پنجاب کو دو مذہبی ٹکڑوں میں بانٹ دیا تھا اور ایک کروڑ انسان اپنے گھروں، کھیتوں، باغوں، ہلوں اور محبتوں اور نفرتوں کو چھوڑ کر بھٹکتے گھسیٹتے، جلتے، لٹتے، کٹتے اور خاک پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے تھے۔"(۲۵)

"چھٹا دریا" تقسیم ہند کے بعد کے حالات کی بھرپور ترجمانی کرتا ہے۔ یہ رپورتاژ پنجاب میں تقسیم کے نتیجے میں ہونے والی خون ریزی، آنسوؤں، بربادی اور دکھوں کی دردناک کہانی بیان کرتا ہے۔ اس میں انسانی المیہ کو نہایت اثر انگیز انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ تقسیم نے ہنستے بستے شہر اور دیہات ویران کر دیے اور پنجاب کے دو حصے میں بٹ جانے سے اس کی مشترکہ شناخت ختم ہو کر رہ گئی۔ یہ رپورتاژ اس اجتماعی سانحے کی ایک دل خراش تصویر ہے۔

فکر تونسوی پنجاب کی تقسیم کے بارے رقم طراز ہیں:

"یہ ہے چھٹا دریا، جو پنجاب کے دو ٹکڑے ہوتے ہی ابل پڑا۔ اس نے پنجاب کو دو کر دیا، اس کے فرزندوں کو دو کر دیا، اس کی تاریخ دو بنادی، اس کی ہر چیز کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اس میں آنسو اور خون کا سیلاب آیا۔ بربادیوں کے طوفان اٹھے۔ سارے پنجاب کی زمین لال اور پھر کالی ہو گئی۔ اس کے دھارے جدھر بھی بڑھے، تباہی اور بربادی پھیلی، کھیتیاں جل گئیں، آبادیاں ویرانے بن گئیں۔ شہر اور دیہات ویران اور برباد ہو گئے۔ پنجاب، پنجاب نہ رہا۔ کچھ اور ہو کر رہ گیا۔"(۲۶)

اس رپورتاژ میں کشمیر کے مسئلے کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ مصنف بتاتے ہیں کہ جب فسادات کچھ حد تک کم ہو رہے تھے، تو کشمیر میں حالات بگڑنے سے دوبارہ نفرت، قتل و غارت میں اضافہ ہو گیا۔ اس طرح انسانی المیے اور ظلم و ستم کی داستان دوبارہ سر اٹھانے لگی۔

فکر تونسوی لکھتے ہیں:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5

ماخذ تحقیقی مجلہ

"کشمیر پر دباؤ بڑھتا جارہا ہے۔حالات دن بدن خراب ہوتے جارہے ہیں۔نفرت کا ایک نیا باب کھل رہا ہے۔یہ نفرت پہلی نفرت کے فوراًبعد ہی شروع کر دی گئی ہے۔تا کہ نفرت کا تسلسل نہ ٹوٹنے پائے۔اور کشمیر کے ہزار ہا بے گناہ لوگوں کا خون بہایا جارہا ہے۔"(۲۷)

تقسیمِ ہند کے موضوع پر پاکستان اور ہندوستان میں لکھے گئے رپور تاژ پڑھتے ہوئے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔کیونکہ یہ تحریریں درد و کرب اور غم کے لہو سے لکھی گئی لگتی ہیں۔گویا ہر لفظ خونِ دل سے تراشا گیا ہو۔اس تقسیم نے ہندوستان کی عظمت،تہذیب اور انسانی اقدار کو برباد کر دیا۔اخلاقی اصولوں،مذہبی آداب،اور آئینی نظام کو خاک میں ملا دیا۔انسان کے اندر کی انسانیت دم توڑ گئی۔اور درندگی نے اپنا راج کیا۔واقعی،تقسیمِ ہند دنیا کی تاریخ کا ایک المیہ ہے،ایک ایسا سانحہ جسے صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔

حوالہ جات

۱۔رجنی پام دت،"آج کا بھارت"،دہلی،۱۹۷۷ء،ص:۴۴۳
۲۔نین تارا سہگل،"ہندوستان کی تحریک آزادی"،دہلی،۱۹۷۳ء،ص:۴۶
۳۔بپن چندرا،"جدید ہندوستان"،نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ،جے۔کے آفسیٹ پرنٹرز،دہلی، پہلا اردو ایڈیشن،جون ۱۹۷۹ء،ص:۲۴۸
۴۔سید عابد حسین،"ہندوستانی مسلمان آئینہ ایّام میں"،مکتبہ جامعہ نئی دہلی،بار اوّل،جنوری ۱۹۶۵ء،ص:۸۹
۵۔رجنی پام دت،"آج کا بھارت"،ص:۲۴۴
۶۔سید عابد حسین،"ہندوستانی مسلمان آئینہ ایّام میں"،ص: ۹۰
۷۔نند لال گپتا،"فرقہ پرستی نہرو کی نظر میں"،دہلی،۱۹۶۸ء،ص:۵
۸۔ایچ ایم سیروائی،"تقسیمِ ہند افسانہ اور حقیقت"،جنگ پبلشرز پریس ۱۳ -سر آغا خان روڈ لاہور،طبع اوّل،اگست ۱۹۹۰ء،ص:۱۳۶
۹۔سری پرکاش،مترجم:محمد حمایت الحسن،"پاکستان،اس کا قیام اور ابتدائی حالات"،مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیٹڈ،ستمبر ۱۹۸۱ء،ص:۳۶
۱۰۔ایچ ایم سیروائی،"تقسیمِ ہند افسانہ اور حقیقت"،ص:۱۴۱

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (March to April 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-II)urdu-5
ماخذ تحقیقی مجلہ

۱۱۔فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،مرتب،"اردو نثر کا فنی ارتقاء"،عنوان"رپورتاژ اور اس کا موضوع"،شمیم احمد،لاہور،الوقار پبلی کیشنز،۱۹۹۷ء،ص:۴۰۳

۱۲۔ڈاکٹر ظہور احمد اعوان،"داستان تاریخ رپورتاژ نگاری"،الوقار پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۰۴ء،ص:۵۵

۱۳۔شاہد احمد دہلوی،"دلی کی بپتا"،عرض مرتب،آصف برخی،اے.جی پرنٹرز،کراچی،طبع اول،۱۹۵۰ء،ص:۴

۱۴۔شاہد احمد دہلوی،"دلی کی بپتا"،پیش لفظ،ممتاز شیریں،ص:۷

۱۵۔محمود ہاشمی،"کشمیر اداس ہے"،تعارف(ممتاز شریں)،پبلشرز قومی کتب خانہ،راولپنڈی،۱۹۵۰ء،ص:۱۲

۱۶۔"کشمیر اداس ہے"،ص:۲۵۶

۱۷۔"کشمیر اداس ہے"،ص:۲۵۵

۱۸۔اے حمید،"سنگ دوست"،جودت پبلی کیشنز،لاہور،اشاعت اوّل،۱۹۷۴ء،ص:۳۳

۱۹۔ابراہیم جلیس،"دو ملک ایک کہانی"،لاہور،نیا ادارہ،س ن،ص:۲۷

۲۰۔رامانند ساگر،"اور انسان مر گیا"،دیباچہ،خواجہ احمد عباس،نو ہند پبلشرز لمیٹڈ،بمبئی،طبع اوّل،اگست ۱۹۴۸ء،ص:۱۶

۲۱۔رامانند ساگر،"اور انسان مر گیا"،ص:۳۲۱

۲۲۔جمنا داس اختر،پیش لفظ،"اور خدا دیکھتا رہا"،کتب خانہ،آریہ ورت،لال کنواں،دہلی،س ن،ص:۸۔۷

۲۳۔جمنا داس اختر،"اور خدا دیکھتا رہا"ص:۱۳

۲۴۔جمنا داس اختر،"اور خدا دیکھتا رہا"،ص:۱۵۸

۲۵۔فکر تونسوی،چھٹا دریا مشمولہ بیسویں صدی،"فکر تونسوی حیات اور کارنامے"،مرتبہ شمع افروز زیدی،بیسویں صدی پبلی کیشنز،دہلی،۱۹۸۸ء،ص:۲۳۲

۲۶۔"فکر تونسوی حیات اور کارنامے"،ص:۲۳۳

۲۷۔"فکر تونسوی حیات اور کارنامے"،ص:۲۶۲